حرفِ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن کالج ـــــ ایک منفرد تعلیمی ادارہ

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے تحت خدمت قرآنی اور تحریک رجوع الی القرآن کی جو اسکیمیں برسرِ عمل ہیں ان میں قرآن کالج کو ایک اہم مقام حاصل ہے ـــــ یہ دراصل ہمارے ملک میں رائج دو مختلف نظام ہائے تعلیم کو ایک دوسرے کے قریب لانے اور طلبہ کو قرآنی افکار سے آشنا کرنے کی ایک کوشش ہے ـــــ سکولوں اور کالجوں میں اصل زور عصری اور دنیوی تعلیم پر ہوتا ہے جبکہ اسلامیات کا ایک مضمون برائے بیت شامل کیا جاتا ہے جس کے ذریعے اسلام کے بارے میں کچھ ابتدائی معلومات تو طلبہ کو حاصل ہو جاتی ہیں لیکن دین کا ایک جامع و ہمہ گیر تصور اور قرآن حکیم کی وہ فکری و عملی رہنمائی جس کے ذریعے طلبہ کا ایک ذہنی و فکری رشتہ قرآن حکیم اور دین اسلام کے ساتھ قائم ہو جائے' بالکل مفقود ہے ـــــ دوسری طرف دینی مدارس میں علوم دینیہ کی تدریس تو ہوتی ہے' لیکن عصری علوم کا تا حال وہاں گزر نہیں ہے۔ واضح رہے کہ دینی مدارس کے نصابِ تعلیم میں بھی مرکز و محور کی حیثیت فقہ اور اصول فقہ کو حاصل ہے۔ فکری و نظری اور علمی و عملی رہنمائی کی حیثیت سے قرآن و حدیث کا مطالعہ وہاں بھی قریباً مفقود کے درجے میں ہے۔ قرآن و حدیث کے حوالے سے عملی رہنمائی کا صرف وہی پہلو جس کا تعلق فقہ اور فقہی مسائل کے ساتھ ہے' بالعموم وہاں زیر بحث آتا ہے۔

بہرکیف اس تناظر میں قرآن کالج کا قیام اس مقصد کے تحت عمل میں لایا گیا ہے کہ یہاں بورڈ اور یونیورسٹی کی نصابی تعلیم کے ساتھ ساتھ طلبہ کے ذہنوں میں فکر قرآنی کی تخم ریزی کا اہتمام کیا جائے اور قرآن و حدیث کے حوالے سے دین کے حقیقی اور حرکی تصور سے انہیں روشناس کرایا جائے۔ قرآن سے قریب لانے کی خاطر یہاں عربی زبان اور تجوید کی تدریس کا بھی ابتدائی درجے میں اہتمام کیا جاتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مرکزی انجمن کے وابستگان اور قارئین ''حکمت قرآن'' اس کالج کے وجود کو غنیمت جانتے ہوئے اسے اپنے حلقۂ احباب میں متعارف کروائیں' خود اپنے بچوں کو بھی اس قرآنی درسگاہ میں بھیجیں جہاں بورڈ اور یونیورسٹی کی بھی معیاری تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے اور ماحول بھی نہایت باوقار اور سنجیدہ ہے۔ مزید برآں اپنے حلقہ احباب کو بھی اس جانب متوجہ کریں ـــــ انٹرمیڈیٹ سالِ اوّل میں داخلہ کا آغاز ہو چکا ہے۔ اس کا تفصیلی اشتہار اسی شمارے کے بیک ٹائٹل پر دیکھا جا سکتا ہے۔ ○○

نبی اکرم ﷺ بحیثیتِ منتظم

از: ڈاکٹر اسرار احمد

احمدہٗ و اصلی علٰی رسولہ الکریم ..... امّا بعد:

فاعوذ باللہ من الشّیطٰن الرَّجیم ۔ بسْم اللہ الرَّحْمٰن الرَّحیْم

ہمارا ایمان ہے کہ نبی اکرم ﷺ صرف ایک نبی ہی نہیں ''خَاتمُ النّبیین'' ہیں' اور صرف ایک رسول ہی نہیں ''آخِرُ المُرسَلین'' ہیں۔ اس طرح جہاں نفسِ نبوت ایک قدرِ مشترک ہے آنحضور ﷺ اور جملہ انبیاء ورُسل کے مابین' وہاں ختمِ نبوت آپؐ کا وہ امتیازی وصف ہے جس میں کوئی دوسرا نبی یا رسول آپؐ کا شریک و ہمسر نہیں۔ گویا اس اعتبار سے آپؐ کی مبارک شخصیت میں اللہ تعالیٰ کی شانِ یکتائی کا ایک پرتَو بتمام وکمال موجود ہے ـــــ مزید برآں آپؐ کی ذاتِ مبارکہ پر نبوت ختم ہی نہیں ہوئی مرتبۂ اتمام واکمال کو بھی پہنچی ہے اور آپؐ کی ذاتِ والا صفات پر رسالت کا سلسلہ منقطع ہی نہیں ہوا درجۂ تکمیل کو بھی پہنچا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس اٹل فیصلہ کا اظہار واعلان کہ آپؐ پر نورِ نبوت ورسالت کا اتمام واکمال بھی ہو کر رہے گا اور نعمتِ شریعت و ہدایت کی تکمیل بھی' زبانِ وحی سے بار بار ہوتا رہا۔ جیسے سورۃ الصّف میں فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝﴾ ''اللہ اپنے نور کا اتمام فرما کر رہے گا خواہ یہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو''۔ اور سورۃ التوبہ میں فرمایا: ﴿وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝﴾ ''اور اللہ کو ہرگز منظور نہیں مگر یہ کہ وہ اپنے نور کا اتمام فرما کر رہے گا خواہ کافر کتنا ہی ناپسند کریں''۔ اور اس پر آخری مہر تصدیق ثبت کر دی اس آیۂ مبارکہ نے جو عین حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ

﴿وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ ﴾ (المائدۃ:۳) ''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کا اتمام فرما دیا''۔ فللهُ الحمدُ وَالْمِنَّة!!

اب اس پر غور فرمایئے کہ نفسِ نبوت اور ختمِ نبوت کے اعتبار سے نبی اکرم ﷺ کی بعثت اور بنابریں آپؐ کی شخصیت کے دو پہلو ہیں:

۱) نفسِ نبوت کی رعایت سے آپؐ شاہد بھی تھے اور بشیر و نذیر بھی' از روئے الفاظِ قرآنی: ﴿اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا﴾ (الاحزاب) ——— داعی بھی تھے اور مبلغ و مذکّر بھی' ——— اور معلم بھی تھے اور مربی و مزکی بھی ——— اور اس اعتبار سے آپ ﷺ کی عظمت کا مظہرِ اَتم وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جو آپؐ کی دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تربیت کے ذریعے تیار ہوئے' جنہیں ہم صحابہ کرام کے نام سے یاد کرتے ہیں اور جن سے بہتر یا افضل کوئی جماعت اس زمین کی پشت پر اور اس آسمان کے نیچے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی' رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاھم اجمعین!

۲) اتمام و اکمالِ نبوت و رسالت کے مقاصد کی تکمیل کے اعتبار سے آپؐ نسلِ آدم کے عظیم ترین انقلابی رہنما' ہمہ گیر ترین اسلامی تحریک کے قائد' پاکیزہ ترین معاشرے اور عمدہ ترین تہذیب و ثقافت کے مؤسس' بہترین نظامِ حکومت کے بانی اور عدل و انصاف کے اعلیٰ ترین اصولوں پر مبنی نظامِ معیشت کے قائم کرنے والے ہیں۔ اور اِن تمام حیثیتوں سے آپؐ کے کمالات کا مظہر جامع وہ نظامِ حیات ہے جو آپؐ نے نوعِ انسانی کو صرف نظری طور پر ہی عنایت نہیں فرمایا بلکہ اپنی بہترین عملی و انتظامی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اسے ایک وسیع و عریض خطۂ ارضی پر بالفعل قائم فرما دیا اور اس طرح اس کا ایک کامل نمونہ عملاً پیش کر دیا تاکہ نوعِ انسانی پر ہمیشہ ہمیش کے لیے اللہ کی حجتِ بالغہ قائم ہو جائے اور محاسبۂ اُخروی کے موقع پر انسان یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں اپنے اُلجھے ہوئے عمرانی عقدوں اور پیچ در پیچ سیاسی و معاشی مسائل کا کوئی متوازن اور معتدل حل دیا ہی نہیں گیا۔

یہ بات بادنیٰ تأمل سمجھ میں آسکتی ہے کہ اگرچہ آنحضور ﷺ کی بعثتِ مبارکہ کے

مقدم الذکر پہلو کے اعتبار سے بھی حکمتِ تامّہ کی بھی ضرورت تھی اور بصیرتِ کاملہ کی بھی' بالخصوص نفسیاتِ انسانی کا گہرا فہم تو اس کے ضمن میں لازمی ولابدی اہمیت کا حامل ہے' لیکن بعثتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام کا مؤخر الذکر پہلو تو ان سے بھی بڑھ کر اجتماعیاتِ انسانی کے ضمن میں گہری بصیرت اور اعلیٰ ترین انتظامی صلاحیتوں کا متقاضی تھا جن کے بغیر اس میدان میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا جا سکتا' کجایہ کہ کامیابی کے آخری مراحل سے ہم کنار ہوا جا سکے! اور واقعہ یہ ہے کہ سیرتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا یہ پہلو اس درجہ روشن و تابناک ہے کہ اغیار و اعداء کو بھی اپنی تمام تر کورچشمی اور بدباطنی کے باوصف پوری آب و تاب کے ساتھ نظر آتا رہا ہے! چنانچہ ایچ جی ویلز ہو یا سر ولیم میور اور ٹائن بی ہو یا پروفیسر منٹگمری واٹ' سب نے آنحضورﷺ کے حسنِ تدبّر و معاملہ فہمی' دُور اندیشی و پیش بینی اور حسنِ تدبیر و حسنِ انتظام کو بھرپور خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ اگرچہ یہ سعادت تو صرف دورِ حاضر کے ایک امریکی مصنف مسٹر ہارٹ کے حصے میں آنے والی تھی کہ وہ آنحضورﷺ کی عظمت کے دونوں پہلوؤں کو مساوی طور پر خراجِ تحسین ادا کرتا' بایں طور کہ اس نے اپنی تصنیف ''THE 100'' یعنی ''نسلِ انسانی کے سو عظیم ترین افراد'' میں سرفہرست رکھا ہے آنحضورﷺ کو' اس دلیل کے ساتھ کہ:

"He was the only man in history who was supremely successful on both the religious and secular levels."

یعنی آپؐ دینی و روحانی اور دُنیوی و سیاسی جملہ اعتبارات سے نسلِ انسانی کے کامیاب ترین فرد ہیں! واضح رہے کہ ان آراء کا تذکرہ صرف اس عربی مقولے کے پیش نظر کیا جا رہا ہے کہ ''اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ'' یعنی اصل فضیلت وہ ہے جس کی گواہی دشمن دیں' ورنہ نہ ان لوگوں کے یہ اقوال ہمارے لیے کسی بھی درجے میں سند ہیں نہ آنحضورﷺ کی عظمت کسی درجے میں ان کی محتاج ہے۔ الغرض آنحضورﷺ کی بعثتِ مبارکہ کے مؤخر الذکر تکمیلی و اتمامی پہلو میں آپؐ کی تنظیمی و انتظامی صلاحیتوں کا ظہور بتمام و کمال ہوا۔

کی تنظیمی استعداد بھی بھرپور طور پر مسلسل بروئے کار رہی' جس کے نتیجے میں آپؐ نے دعوت و تبلیغ کے ذریعے جو انسانی مواد (Human Material) جمع کیا اس نے بدھ مت کے بھکشوؤں کے مانند فقیروں اور درویشوں کے ایک انبوہ کے بجائے ''اعلاء کلمۃ اللہ'' اور ''اظہارِ دینِ حق'' کے لیے جان لڑا دینے والوں کی ایک ایسی منظم جماعت کی صورت اختیار کی جس نے مدنی دَور میں ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾ (الصّف) ''اللہ تو محبت کرتا ہے ان سے جو اُس کی راہ میں جنگ کریں ایسی صفیں باندھ کر گویا وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں!'' کی عملی تفسیر بن کر دکھا دیا۔ یہ تنظیم ظاہر ہے کہ کسی ایسے ناظم یا منتظم کے بغیر ممکن نہیں ہے جس میں تنظیمی و انتظامی صلاحیتیں درجۂ کمال کو پہنچی ہوئی ہوں' اور یہ ناظم اور منتظم ظاہر ہے کہ آنحضور ﷺ ہی تھے!

حیاتِ طیبہ کے مکی دَور کے وسط میں تعذیب و تشدّد (persecution) کے شدّت اختیار کرنے پر اہل ایمان کو ارضِ حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت بھی آپؐ کے حسنِ انتظام کا شاہکار ہے۔ اور پھر ہجرتِ مدینہ منورہ کے موقع پر بھی اس عظیم نقل مکانی کو اس طور سے منظم کرنا کہ جماعت المسلمین کے اکثر افراد کو اپنے سامنے مدینہ روانہ فرمانے کے بعد آپؐ نے آخر میں رختِ سفر باندھا جس کے نتیجے میں سفرِ ہجرت نے ایک منظم نقل و حرکت کی صورت اختیار کر لی' نہ کہ کسی بھگدڑ یا فرار کی۔ یہ پوری صورتِ حال بھی بلاشبہ ایک عظیم تنظیمی و انتظامی استعداد کی مظہر اَتم ہے!

رہا مدنی دَور تو اس کے بارے میں تو کچھ عرض کرنا بلاشبہ سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ اس لیے کہ' جیسے کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے' ان دس سالوں کے دوران آنحضور ﷺ کے حسنِ تدبر و معاملہ فہمی' دور اندیشی و پیش بینی' ترتیب و تنظیم اور انتظام و انصرام کے ایک دو نہیں سینکڑوں اور ہزاروں مظاہر سامنے آتے ہیں جن پر مؤرخین اور محققین کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں اور بڑے سے بڑے مدبر و سیاست دان دنگ رہ جاتے ہیں اور اعلیٰ سے اعلیٰ ناظم اور منتظم حیران و ششدر رہ

جاتے ہیں کہ ایک فردِ واحد میں اتنے محاسن وکمالات کا اجتماع' ہر جہت اور ہر پہلو سے حسن تدبیر وتدبر اور حسن تنظیم وانتظام کا مظہر اَتم! پھر لطف یہ کہ حیاتِ انسانی کے کسی ایک گوشے کا تعین ممکن ہی نہیں جس کے بارے میں یہ کہا جا سکے کہ اس میں آنحضور ﷺ کے حسنِ انتظام کا ظہور دوسرے گوشوں سے زیادہ ہوا ہے۔ گویا بات صدفی صدوہی ہے کہ ؎

''ز فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دِل می کشد کہ جا ایں جاست!''

مسلمانوں کا جو اجتماعی نظام نبی اکرم ﷺ نے قائم فرمایا' اس میں نظم وتنظیم کو جو اہمیت آپؐ نے دی اس کا سب سے بڑا مظہر یہ ہے کہ آپؐ نے عبادات کے نظام کو بھی ایک اجتماعی نظم کے ساتھ وابستہ کر دیا۔ یہاں تک کہ نماز کے بارے میں شدید تاکید فرما دی کہ اسے باجماعت ادا کیا جائے' خواہ سفر ہو خواہ حضر اسے کسی صورت ترک نہ کیا جائے۔ چنانچہ امام ابوداوٗدؒ نے ایک روایت تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ نقل فرمائی کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: ((اِذَا کَانَ ثَلَاثَۃٌ فِیْ سَفَرٍ فَلْیُؤَمِّرُوْا اَحَدَھُمْ))[1] ''جب سفر میں تین آدمی ہوں تو اُن میں سے ایک کو لازماً امیر بنا لیا جائے''۔ اور دوسری روایت حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ ثَلَاثَۃٍ فِیْ قَرْیَۃٍ وَلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِیْھِمُ الصَّلَاۃُ اِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطَانُ' فَعَلَیْکَ بِالْجَمَاعَۃِ' فَاِنَّمَا یَاْکُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِیَۃَ))[2]

''اگر کسی بستی یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور پھر وہ نماز باجماعت کا نظام قائم نہ کریں تو اُن پر شیطان لازماً مسلط ہو کر رہے گا۔ سنو! جماعت سے وابستہ رہو' اس لیے کہ بھیڑیا ریوڑ سے علیحدہ رہنے والی بھیڑ کو ضرور ہڑپ کر جاتا ہے!''

پھر اس نماز باجماعت میں آنحضور ﷺ کا ذوقِ ترتیب وتنظیم اسے برداشت نہ کر سکتا تھا کہ صف ٹیڑھی ہو۔ اس لیے کہ صفوں کی کجی بھی جذبِ اندرون کے فقدان کی غمازی

(۱) سنن ابی داوٗد' کتاب الجھاد' باب فی القوم یسافرون یومرون احدھم۔

(۲) سنن ابی داوٗد' کتاب الصلاۃ' باب فی التشدید فی ترك الجماعۃ۔

کرتی ہے‘لہٰذا تکبیر تحریمہ سے قبل آپؐ کی نوائے شیریں بلا ناغہ بلند ہوتی تھی کہ:

((سَوُّوْا صُفُوْفَکُمْ فَاِنَّ تَسْوِیَۃَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَۃِ الصَّلٰوۃِ)) (۱)

’’اپنی صفوں کو سیدھا کرو‘اس لیے کہ صفوں کو سیدھا کرنا بھی اقامتِ صلوٰۃ کے آداب میں سے ہے!‘‘

مسلمانوں کی حیاتِ ملّی کے اس اساسی اور بنیادی شعبے یعنی عبادت میں‘جس میں بالعموم اجتماعیت پر انفرادیت مقدم رہتی ہے‘ نبی اکرمﷺ نے نظم و تنظیم کو اس درجہ اہمیت دی ہے تو اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ حیاتِ اجتماعی کے دوسرے شعبوں میں انتظام وانصرام کا عالم کیا ہوگا! ع

’’قیاس کن ز گلستانِ من بہار مرا!‘‘

مدینہ منورہ کی چھوٹی سی شہری اسلامی ریاست کا چارج سنبھالنے کے فوراً بعد معاشرے کی تنظیمِ نو اور دفاعی انتظامات کا جو اہتمام آپؐ نے فرمایا وہ ملّی وملکی سطح پر حکومت و ریاست کے معاملات کے ضمن میں آپؐ کے حسن انتظام کی نہایت اعلیٰ مثال ہے۔ چنانچہ ایک جانب آپؐ نے یہود سے معاہدے کر کے مدینے کے دفاع کا انتظام فرمایا اور دوسری جانب مہاجرین اور انصار میں مواخات یعنی بھائی چارے کے ذریعے معاشرے کی تنظیمِ نو کا اہتمام کیا۔ اور یہ بات بادنیٰ تأمل سمجھ میں آ سکتی ہے کہ ان دونوں معاملات میں ادنیٰ سی چُوک یا ذرا سی تأخیر بھی آئندہ حالات وواقعات کے رُخ کو بالکل بدل کر رکھ سکتی تھی۔ اور کسی بھی مدبر یا منتظم کا وقت کے تقاضوں کو بروقت سمجھ کر اُن کے لیے مناسب انتظام کر لینے ہی میں کامیابی کا راز مضمر ہوتا ہے!

مدنی دَور کے ابتدائی آٹھ سالوں کے اکثر و بیشتر حصے کے دوران مسلح تصادم کا سلسلہ جاری رہا۔ اور اس کے ضمن میں بھی جہاں آنحضورﷺ کی دُوراندیشی اور معاملہ فہمی کے شاہکار مسلسل سامنے آتے ہیں اور آپؐ کی حکمتِ حربی‘ مہارتِ جنگ اور سپہ سالارانہ صلاحیتوں کا اظہار ایسے پُرشکوہ انداز میں ہوتا ہے کہ دوست دشمن سب مرحبا کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں‘ وہاں فوجوں کی ترتیب و تنظیم‘ رسد کا اہتمام وانصرام‘ چھاپہ مار

(۱) صحیح البخاری‘ کتاب الاذان‘ باب اقامۃ الصف من تمام الصلوٰۃ۔ وصحیح مسلم۔

دستوں کی بر موقع ترسیل اور دشمن کی ہر ممکن چال کو ناکام بنانے کے لیے پیش بندی کے ضمن میں آپؐ کی انتظامی صلاحیتوں کا ظہور بھی بتمام وکمال ہوتا رہا' تا آنکہ ۸ھ میں فتح مکہ اور معرکۂ حنین کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے آنحضورﷺ کو عرب پر فیصلہ کن غلبہ عطا فرما دیا اور اطراف واکنافِ عرب سے تمام قبائل کے وفود نے مدینہ منورہ حاضر ہو کر اطاعت قبول کر لی' گویا ﴿وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا﴾ (النصر) کا سماں بندھ گیا تب آپؐ کی انتظامی صلاحیتیں پورے طور پر بروئے کار آئیں اور پورے جزیرہ نمائے عرب میں وہ نظام قائم ہوا جس کی داغ بیل تو آنحضورﷺ نے بنفس نفیس اپنی حیاتِ دُنیوی کے آخری دو سالوں کے دوران ڈال دی تھی' لیکن جس پر نظامِ اسلامی کا قصرِ عظیم اپنی پوری شان وشوکت کے ساتھ دورانِ خلافتِ راشدہ تعمیر ہوا۔ اس انتظام وانصرامِ مملکتِ اسلامی کے ضمن میں ولاۃ وعمال کا تقرر بھی شامل تھا' ائمہ ومؤذنین کی تقرری بھی شامل تھی' محصلینِ زکوٰۃ وجزیہ کی نامزدگی بھی تھی' جنگوں کا انسداد بھی تھا' غیر قوموں سے گفت وشنید وصلح ومصالحت کے معاملات بھی تھے' انسدادِ جرائم اور اقامتِ حدود واجرائے تعزیرات کا نظام بھی تھا' حکام وعمال اور محصلین زکوٰۃ وفدیہ کی خبر گیری اور احتساب کا سلسلہ بھی تھا اور ان سب کے ساتھ ساتھ تھا قیامِ حکومتِ اسلامی کا اصل اور اوّلین مقصد یعنی تبلیغ ودعوتِ دین' تربیت و اصلاحِ عوام اور تعلیم وتلقین شریعت!!

اور یہ سب کچھ تو تھا اندرونِ ملک عرب' اس پر مستزاد تھیں آنحضورﷺ کی بعثتِ عمومی ﴿اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا﴾ (سبا:۲۸) کی ذمہ داریوں کے ذیل میں آپؐ کی مصروفیات' یعنی تحریر دعوت نامہ ہائے مبارک اور ترسیلِ وفوذ' اور چونکہ ان کے ضمن میں آغاز ہو گیا سلطنت روما کے ساتھ عسکری تصادم کا' لہٰذا ترتیب وتنظیم جیوش' جس کے ضمن میں اوّلاً پیش آیا غزوۂ موتہ' ثانیاً سفرِ تبوک اور ثالثاً تیار ہوا جیش اُسامہ' جو روانگی کے لیے تیار ہی تھا کہ آنحضورﷺ نے اس جہانِ فانی سے کوچ کیا اور رفیقِ اعلیٰ کی جانب مراجعت اختیار فرمالی۔ فصلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا وفداہ

آباؤ نا وامّھاتنا!

عقلیں دنگ ہیں کہ آنحضورﷺ نے اپنی حیاتِ دُنیوی کے آخری دو سال کتنی متنوع اور گوناگوں مصروفیتوں میں بسر کیے۔ اور پھر یہ کہ آج تک کوئی نہیں کہہ سکا کہ فلاں معاملے میں انتظامی اعتبار سے آنحضورﷺ سے کسی غلطی کا صدور ہو گیا تھا۔

﴿فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝﴾ (المُلك)

''ذرا نظر دوڑاؤ تو کوئی خامی نظر آتی ہے؟ پھر بار بار اچھی طرح دیکھو' تمہاری نگاہ تھک ہار کر نامراد واپس آ جائے گی (اور کسی پہلو سے کسی غلطی کی نشاندہی تم نہ کر سکو گے)''۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین oo

(ایک تقریر جو ریڈیو پاکستان لاہور کے پروگرام ''خیر البشرﷺ'' میں ۷ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ کو نشر ہوئی!)

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن و بانی تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد

کے پانچ خطبات جو سالانہ محاضراتِ قرآنی ۱۹۹۱ء میں دیے گئے

حقیقت ایمان

تسوید و ترتیب : مولانا ابو عبد الرحمٰن شبیر بن نور

﴿اہم موضوعات﴾

- ایمان کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم ■ ایمان کا موضوع
- قانونی اور حقیقی ایمان کا فرق اور ان کے ضمن میں کلامی مباحث
- ایمان و عمل کا باہمی تعلق ■ ایمان اور نفاق ■ ایمان حقیقی کے سرچشمے

اشاعت خاص: 90 روپے اشاعت عام: 50 روپے